* امیر مینائی حالات زندگی اور شعری خدمات *

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہیں ان کا خدا ہوتا ہے

اصلی نام : امیر احمد
تخلص :امیر

پیدائش : ٢١ فروری، ١٨٢٨ | لکھنؤ, اتر پردیش بھارت
وفات : ١٣ اکتوبر، ١٩٠٠ | حیدر آباد دکن , تلنگانہ

امیر مینائی کا نام امیر احمد تھا اور وہ نواب نصیر الدین حیدر کے عہد میں ٢١ فروری، ١٨٢٨ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے ان کے والد مولوی کرم احمد تھے اور دادا مشہور بزرگ مخدوم شاہ مینا کے حقیقی بھائی تھے اسی لئے وہ مینائی کہلائے امیر مینائی نے شروع میں اپنے بڑے بھای حافظ عنایت حسین اور اپنے والد سے تعلیم پائی اور اس کے بعد مفتی سعد اللہ مرادآبادی سے فارسی عربی اور ادب میں مہارت حاصل کی انہوں نے علمائے فرنگی محل سے بھی فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی لیکن ان کا اپنا کہنا ہے کہ علوم متداولہ کی تکمیل
ان کی اپنی کوششوں کا نتیجہ تھی ان کو شاعری کا شوق بچپن سے تھا پندرہ سال کی عمر میں منشی مظفر علی اسیر کے شاگرد ہو گئے جو اپنے زمانہ کے مشہور شاعر اور ماہرعروض تھے۔اس زمانہ میں لکھنو میں شاعری کا چرچا عام تھا۔ آتش و ناسخ اور اس کے بعد انیس و دبیر کی معرکہ آرائیوں نے شاعری کے ماحول کو گرم کر رکھا تھا رند،خلیل، صبا، نسیم، بحر اور رشک وغیرہ کی زمزمہ سنجیاں سن کر امیر کا شوق شاعری چمک اٹھا اور وہ جلد ہی لکھنؤ اور اس کے باہر مشہور ہو گئے امیر کے کلام اور ان کے کمال کی تعریفیں سن کر ١٨٥٢ میں نواب واجد علی شاہ نے ان کو طلب کیا اور ٢٠٠ روپے ماہانہ پر اپنے شہزادوں کی تعلیم کا کام ان کے سپرد کر دیا لیکن ١٨٥٦ میں انگریزوں نے اودھ پر قبضہ کر لیا تو یہ نوکری جاتی رہی اور امیر گوشہ نشین ہو گئے پھر اگلے ہی سال غدر کا ہنگامہ برپا ہوا جس میں ان کا گھر تباہ ہو گیا، اور ساتھ ہی ان کا پہلا مجموعہ بھی ضائع ہو گیا تب امیر کاکوری چلے گئے اور وہاں ایک سال قیام کرنے کے بعد کانپور ہوتے ہوئے میر پور پہنچے جہاں ان کے خسر شیخ وحید الدین ڈپٹی کلکٹر تھے ان کی سفارش پر نواب رامپور یوسف علی خاں ناظم نے ان کو طلب کیا اورعدالت دیوانی کے رکن اور مفتی شرع کی حیثیت سے
ان کا تقرر کر دیا اس کے بعد ١٨٦٥ میں، جب نواب کلب علی خاں مسند نشین ہوے تو مطبع،خبر رسانی اور مصاحبت کے فرایض بھی ان کے ذمّہ ہو گئے۔ نواب نے ٢١٦ روپیہ ان کا وظیفہ مقرر کیا۔ ١٨٩٩ میں جب نظام کلکتہ سے دکن واپس جا رہے تھے تو داغ کی تحریک سے ان کی ملاقات نظام سے ہوئی اور ان کا مدحیہ قصیدہ سن کر نظام بہت خوش ہوئے اور ان کو حیدر آباد آنے کی دعوت دی امیر بھوپال ہوتے ہوئے حیدرآباد پہنچے لیکن جاتے ہی ایسے بیمار ہوئے کہ پھر نہ اٹھ سکے اور وہیں ١٣ اکتوبر ١٩٠٠ میں ان کا انتقال ہوگیا
💟 ترتیب و پیشکش 👈 سید نوید جعفری حیدر آباد دکن

💥امیر مینائی کے 121 ویں یوم وفات پر ان کے کچھ منتخب اشعار بطور خراج عقیدت پیش ہیں 💥🌹👇

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہیں ان کا خدا ہوتا ہے

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

آفت تو ہے وہ ناز بھی انداز بھی لیکن
مرتا ہوں میں جس پر وہ ادا اور ہی کچھ ہے

ابھی آئے ابھی جاتے ہو جلدی کیا ہے دم لے لو

نہ چھیڑوں گا میں جیسی چاہے تم مجھ سے قسم لے لو

اچھے عیسیٰ ہو مریضوں کا خیال اچھا ہے
ہم مرے جاتے ہیں تم کہتے ہو حال اچھا ہے

ہنس کے فرماتے ہیں وہ دیکھ کے حالت میری
کیوں تم آسان سمجھتے تھے محبت میری

مانگ لوں تجھ سے تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

فراق یار نے بے چین مجھ کو رات بھر رکھا
کبھی تکیہ ادھر رکھا کبھی تکیہ ادھر رکھا

جواں ہونے لگے جب وہ تو ہم سے کر لیا پردہ
حیا یک لخت آئی اور شباب آہستہ آہستہ

کون اٹھائے گا تمہاری یہ جفا میرے بعد
یاد آئے گی بہت میری وفا میرے بعد

بعد مرنے کے بھی چھوڑی نہ رفاقت میری
میری تربت سے لگی بیٹھی ہے حسرت میری

اس کی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں
ڈھونڈنے اس کو چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں

تیری مسجد میں واعظ خاص ہیں اوقات رحمت کے
ہمارے مے کدے میں رات دن رحمت برستی ہے

گاہے گاہے کی ملاقات ہی اچھی ہے امیر
قدر کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے.